رسول اللہ ﷺ کے ابوین کریمین کی اخروی نجات: ایک تحقیقی مطالعہ

The Salvation of the Prophet Muhammad's ﷺ Parents in the Hereafter: An Exploratory Study

Dr. Hafiz Saeed ur Rehman
Lecturer, Department of Islamic Thought, History and Culture,
Allama Iqbal Open University, Islamabad.
Email: saeed.rehman@aiou.edu.pk

ABSTRACT

There are two types of opinions among Muslim scholars regarding the afterlife salvation of the parents of the Messenger of Allah ﷺ. The first opinion is that the parents of the Messenger of Allah ﷺ will be saved from punishment in the Hereafter. Three different views are offered in support of this. The first point of view is that the parents of the Messenger of Allah ﷺ died during the time of Fatra. If the teachings of the Prophet or Messenger do not reach the people in the time of Fatra, then they will not be judged in the Hereafter. Therefore, there will be no impeachment against the parents of the Prophet ﷺ. The second point of view is that the parents of the Prophet ﷺ were adherents of the Abrahamic religion. Therefore, they will go to heaven. The third point of view is that the parents of the Messenger of Allah ﷺ were resurrected and they believed in the Messenger of Allah ﷺ.

The second opinion regarding the parents of the Messenger of Allah ﷺ is that they will not be among those who will be saved in the Hereafter. Each of the traditions quoted by these people in support of their position has room for different interpretations. That is why Abu Zahra says that every hadith according to which the parents of the Prophet (ﷺ) are in the fire in the Hereafter, is rejected either because of the disturbance in its Sanad or because of the distance from the reality of the meaning. In short, it is not permissible for us to say that the parents of Prophet Muhammad (ﷺ) will not be saved from punishment in the Hereafter.

Keywords: Fatra, Hereafter, impeachment, Parents of the Messenger of Allah ﷺ, Resurrected

ہر مسلمان کے دل میں رسول اللہ ﷺ کی محبت پیوستہ ہے۔ اس لیے ہر وہ چیز جس کا تعلق رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہا ہے، مسلمان اس سے محبت کرتے ہیں۔ اسی تناظر میں رسول اللہ ﷺ کے ابوین کریمین بھی مسلمانوں کے ہاں انتہائی احترام کا درجہ رکھتے ہیں۔ علماء کرام نے آپ ﷺ کے والدین کریمین کی اخروی نجات کے حوالے سے مدلل بحث کی ہے۔ آپ ﷺ کے والدین کریمین کے دین اور اخروی نجات کے حوالے سے علماء کے دو اقوال ہیں۔

پہلا قول: ابوین کریمین ناجی ہیں اور جنت میں جائیں گے

علماء کا ایک بڑا طبقہ آپ ﷺ کے والدین کو اخروی عذاب سے بری سمجھتا ہے یعنی وہ جنتی ہیں۔ یہ قول اختیار کرنے والے علماء کے تین مسالک ہیں۔

پہلا مسلک

آپ ﷺ کی بعثت سے قبل زمانہ فترت[1] میں آپ کے والدین فوت ہو گئے تھے اور فترت کے زمانے میں موجود لوگوں کو اگر وقت کے نبی یا رسول کی تعلیمات نہ پہنچ پائیں تو ان کا اخروی مؤاخذہ نہیں ہوتا۔ تاج الدین سبکی فرماتے ہیں کہ جس شخص تک دعوت دین نہ پہنچی ہو اور وہ فوت ہو جائے تو ہمارے نزدیک وہ جہنم سے نجات پانے والا ہو گا۔ ایسے شخص کے ساتھ قتال نہ کیا جائے یہاں تک کہ پہلے اس کو اسلام کی دعوت دی جائے[2]۔ لہذا حضرت عیسی علیہ السلام کے آسمان پہ اٹھائے جانے کے بعد رسول اللہ ﷺ کی بعثت تک کے دورانیہ میں جو لوگ فوت ہوئے اور ان تک دین کی کی تعلیمات نہیں پہنچی، ان کا اخروی مؤاخذہ نہیں ہو گا بشرطیکہ وہ فطرت سلیمہ پر ہوں اور ان کی طرف سے توحید کا انکار نہ پایا گیا ہو۔ چونکہ آپ ﷺ کے والدین کریمین اسی دورانیہ میں گزرے ہیں اور ان تک دین کی دعوت نہیں پہنچی اس لئے وہ ناجی ہیں۔ بقول علامہ سیوطی آپ ﷺ کے والدین تک دینی تعلیمات نہ پہنچنے کے مندرجہ ذیل اسباب ہیں۔

1 آپ ﷺ کے والدین کا زمانہ سابقہ انبیاء کے بہت بعد کا ہے۔ حضرت عیسی علیہ السلام اور آپ ﷺ کے درمیان کا دورانیہ چھ سو سال ہے۔

2 آپ ﷺ کے والدین جاہلیت کے جس دور میں رہ رہے تھے وہاں شرق و غرب پر جہالت کے گھٹا ٹوپ اندھیرے تھے اور ایسے لوگ ناپید تھے جو شرائع کو سمجھتے ہوں اور صحیح انداز میں تبلیغ کر سکیں سوائے اہل کتاب کے چند علماء کے جو دور دراز علاقوں جیسے شام وغیرہ میں تھے۔

3 آپ ﷺ کے والدین مدینہ منورہ کے علاوہ کسی اور شہر میں نہیں گئے۔ وہ زیادہ سے زیادہ مکہ سے مدینہ تک گئے ہیں اس کے علاوہ کسی اور شہر کا سفر نہیں کیا اس لئے ان کو دین کے بارے میں جاننے کا موقع نہیں ملا۔ اسی طرح ان کی عمر بھی زیادہ نہیں ہوئی کہ انہیں ان لوگوں سے ملنے کا موقع ملتا جو دین کے بارے میں جانتے تھے۔ بوقت وفات آپ ﷺ کے والد کی عمر اٹھارہ سال جبکہ والدہ کی عمر بھی اس کے آس پاس تھی[3]۔

تاہم زمانہ فترت میں مرنے والے وہ لوگ جنہوں نے دعوت پہنچنے کے بعد انکار کیا یا اس وقت کے موجود برحق دین میں تغیر و تبدل کیا تو ایسے لوگ جہنم میں جائیں گے۔ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ زمانہ فترت میں مرنے والوں کا قیامت کے دن امتحان لیا جائے گا اور وہ امتحان یہ ہو گا کہ اللہ تبارک وتعالی ان لوگوں کو آگ میں داخل ہونے کا

کہیں گے، ان میں سے جو اللہ کا حکم مانیں گے اور آگ میں داخل ہو جائیں گے تو وہ آگ ان پر ٹھنڈی اور سلامتی والی ہو جائے گی۔ یہ لوگ کامیاب کہلائیں گے اور جنت میں داخل کیے جائیں گے۔ جو لوگ اس آگ میں داخل ہونے سے انکار کریں گے تو انہیں زبردستی اس آگ میں ڈالا جائے گا اور یہ ناکام ٹھہریں گے اور جہنم ان لوگوں کا ٹھکانہ ہو گی۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "چار آدمی قیامت والے دن اللہ تعالی سے بحث مباحثہ کریں گے؛ بہرہ، احمق، انتہائی بوڑھا اور زمانہ فترت میں مر جانے والا۔ بہرہ کہے گا "اے اللہ! اسلام مجھ تک پہنچا لیکن میں سن نہیں سکتا تھا۔ احمق کہے گا" اے اللہ ! اسلام مجھ تک پہنچا لیکن (حماقت کی وجہ سے میری حالت تھی کہ) بچے میرے اوپر مینگنیاں پھینکتے تھے۔ انتہائی بوڑھا آدمی کہے گا "اے اللہ! اسلام مجھ تک پہنچا لیکن اس وقت میں کچھ نہیں سمجھ سکتا تھا۔ زمانہ فترت میں مرنے والا کہے گا "اے اللہ! میرے پاس تو کوئی رسول نہیں آیا۔ پھر اللہ تعالی ان سے اپنی اطاعت کا عہد لے گا اور انہیں حکم دے گا کہ آگ میں داخل ہو جاؤ۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں محمد ﷺ کی جان ہے اگر وہ داخل ہو گئے تو ان پر آگ ٹھنڈی اور سلامتی والی ہو جائے گی[4]۔

ایک روایت میں ہے کہ پھر ان کے لئے آگ لائی جائے گی اور ان سے کہا جائے گا کہ اس میں داخل ہو جاؤ۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کے علم کے مطابق وہ کہ جو (دنیا میں) عمل پانے کی صورت میں خوش بخت ہوتا، اس آگ میں داخل ہو جائے گا اور اللہ کے علم کے مطابق وہ کہ جو عمل پانے کی صورت میں بدبخت ہوتا، آگ میں داخل ہونے سے رک جائے گا۔ اس پر اللہ تعالی کہے گا "تم نے میری ہی نافرمانی کر دی، اگر تمہارے پاس میرے رسول آتے ان کے ساتھ کیا معاملہ کرتے؟ دراں حال کہ میں تمہارے سامنے بھی نہ ہوتا (جس طرح ابھی ہوں)[5]۔

ایک روایت میں ہے کہ اللہ ان سے کہے گا "اب اگر میں تمہیں کوئی حکم دوں تو مانو گے؟ وہ کہیں گے جی مانیں گے۔ اللہ ان سے اس بات پر عہد لے گا۔ پھر ان سے کہے گا کہ وہ جہنم کی طرف جائیں اور اس میں داخل ہو جائیں۔ وہ چلیں گے یہاں تک کہ جہنم تک پہنچ جائیں گے تو اس کی چنگھاڑ سن کر ڈر جائیں گے اور واپس اللہ کی طرف لوٹیں گے۔ کہیں گے اے اللہ ہم تو اس سے ڈر گئے۔ اللہ کہے گا "کیا تم نے میرے ساتھ عہد نہیں کیا تھا کہ تم میری اطاعت کرو گے؟ جاؤ اور اس میں داخل ہو جاؤ۔ وہ جائیں گے یہاں تک کہ جب جہنم کو دیکھیں گے تو ڈر کر پھر واپس ہو جائیں گے اور کہیں گے "اے ہمارے رب! ہم اس میں داخل ہونے کی قدرت نہیں رکھتے"۔ اللہ تعالی کہیں گے "ذلیل و رسوا ہو کر اس میں داخل ہو جاؤ" آپ ﷺ نے فرمایا اگر وہ پہلی مرتبہ ہی داخل ہو جاتے تو یہ آگ ان کے لئے گلزار بن جاتی"[6]۔

اس امتحان میں آپ ﷺ کے والدین کامیاب ہو جائیں گے اور جنت میں جائیں گے۔ سیوطی فرماتے ہیں کہ حافظ ابن حجر نے اپنی ایک کتاب میں کہا ہے "آپ ﷺ کی آل میں سے وہ لوگ جو آپ ﷺ کی بعثت سے پہلے مر گئے

ان کے بارے میں یہ گمان رکھنا چاہیے کہ وہ قیامت والے دن کے امتحان میں اللہ کی اطاعت کریں گے یعنی کامیاب ہوں گے۔ ایسا آپ ﷺ کے اکرام کے لئے ہو گا تاکہ آپ ﷺ کی آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچے[7]۔

لہذا یہ گمان رکھا جائے کہ ابوین کریمین بروز قیامت اطاعت کریں گے اور اس کی دو وجوہات ہیں۔

پہلی وجہ تو وہ روایت ہے جسے حاکم نے نقل کیا ہے کہ ایک آدمی نے آپ ﷺ سے کہا میرے خیال میں آپ کے والدین آگ میں ہیں، اس پر آپ ﷺ نے فرمایا ((مَا سَأَلْتُهُمَا رَبِّي فَيُعْطِينِي فِيهِمَا وَإِنِّي لَقَائِمٌ يَوْمَئِذٍ الْمَقَامَ الْمَحْمُودَ))[8] (میں نے اپنے رب سے ان کے لئے ابھی تک کچھ مانگا نہیں کہ وہ مجھے دیتا۔ بلاشبہ میں قیامت والے دن مقام محمود پہ کھڑا ہوں گا) یعنی اس وقت آپ ﷺ شفاعت فرمائیں گے۔ سیوطی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث بتا رہی ہے کہ آپ ﷺ کے والدین کے لئے خیر کی امید رکھی جائے۔ جب آپ ﷺ اپنے والدین کی شفاعت کریں گے تو اہل فترت کے امتحان کی طرح ابوین کریمین کا بھی امتحان ہو گا اور انہیں اللہ کی اطاعت کی توفیق دی جائے گی[9]۔

دوسری روایت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی ہے۔ آپ نے ﴿وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَى﴾[10] (اور بیشک قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں اتنا دے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے) کی تفسیر میں فرمایا کہ آپ ﷺ کی رضا میں سے یہ بات بھی ہے کہ آپ ﷺ کے گھر میں سے کوئی آگ میں نہ جائے[11]

دوسرا مسلک

ابوین کریمین کے ناجی ہونے کے حوالے سے دوسرا مسلک یہ ہے کہ وہ دین ابراہیمی پر کاربند تھے، یوں وہ موحد تھے۔ قرآن پاک کی کچھ آیات اور کئی صحیح احادیث وآثار اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ کے آباؤ اجداد اپنے وقت کے نبی کے تابع اور مؤحد تھے، مشرک اور کافر نہیں تھے۔ آزر، جو مشہور کافر و بت پرست تھے، حضرت ابراہیمؑ کے والد نہیں بلکہ چچا تھے۔ علامہ رازی فرماتے ہیں کہ عربی زبان میں چچا کے لئے بھی والد کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ قرآن پاک میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے ﴿أَمْ كُنْتُمْ شُهَدَاءَ إِذْ حَضَرَ يَعْقُوبَ الْمَوْتُ إِذْ قَالَ لِبَنِيهِ مَا تَعْبُدُونَ مِنْ بَعْدِي قَالُوا نَعْبُدُ إِلَهَكَ وَإِلَهَ آبَائِكَ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ إِلَهًا وَاحِدًا وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ﴾[12] (کیا تم اس وقت حاضر تھے جب یعقوبؑ کو موت آئی جبکہ اس نے اپنے بیٹوں سے فرمایا میرے بعد کس کی عبادت کرو گے؟ بولے ہم عبادت اس کی عبادت کریں گے جو رب ہے آپ کا اور آپ کے آباء ابراہیمؑ، اسمٰعیلؑ اور اسحاقؑ کا ایک خدا اور ہم اس کے حضور گردن رکھے ہیں)۔ اسماعیلؑ رشتے میں یعقوبؑ کے چچا ہیں لیکن قرآن نے انہیں بھی حضرت یعقوبؑ کا والد کہا ہے۔ اس لئے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ آزر تو کافر و بت پرست تھے تو وہ آپ ﷺ کے آباؤ اجداد میں سے کیسے ہوئے؟

رسول اللہ ﷺ کے آباؤ اجداد کے موحد ہونے پر درج ذیل نصوص دلالت کرتے ہیں۔

1 اللہ تعالی کا ارشاد ہے﴿وَتَقَلُّبَكَ فِي السَّاجِدِينَ ﴾[13] (اور تیرا پھرنا نمازیوں میں)۔ اس آیت کی تفسیر میں علامہ رازی فرماتے ہیں کہ اس کا معنی یہ ہے کہ آپ ﷺ کی روح مبارک ایک سجدہ کرنے والے سے دوسرے سجدہ کرنے والے میں منتقل ہوئی۔ اس صورت میں یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ آپ ﷺ کے تمام آباؤاجداد مسلمان تھے لہذا یہ بات ثابت ہوگئی کہ ابراہیم علیہ السلام کے والد مسلمان تھے(14)۔

2 ارشاد باری تعالی ہے﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ ﴾[15](اے ایمان لانے والو، مشرکین ناپاک ہیں)۔ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے علامہ رازی فرماتے ہیں کہ یہ اس بات کو ثابت کرتا ہے کہ یوں کہا جائے کہ آپ ﷺ کے اجداد میں کوئی بھی مشرک نہیں تھا۔ ابراہیم علیہ السلام کے والد مشرک نہیں تھے بلکہ آپ کے چچا آزر مشرک تھے[16]۔

3 رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب بھی دو فرقے بنے تو اللہ نے مجھے ان میں سے بہتر میں رکھا۔۔۔ میں تم سب سے ذات اور والد کے حوالے سے بہتر ہوں[17]۔

4 آپ ﷺ نے فرمایا میں محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا تو مجھے اپنی مخلوق میں سے سب سے زیادہ خیر والی مخلوق میں رکھا۔ اللہ نے مخلوق کو دو گروہوں میں تقسیم کیا تو مجھے بہترین گروہ میں رکھا۔ اللہ نے قبائل پیدا کیے تو مجھے سب سے اچھے قبیلے میں رکھا۔ اللہ نے ان قبائل سے گھر بنائے اور مجھے ان میں سے سب سے اچھے گھر میں رکھا۔ میں تم سب سے گھر اور ذات کے اعتبار سے اچھا ہوں[18]۔

5 حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا "اس زمین پر ہر دور میں سات یا اس سے زیادہ مسلمان ضرور موجود رہے ہیں۔ اگر یہ نہ ہوتے تو زمین اور جو کچھ اس پر ہے سب ہلاک ہو جاتا"[19]۔

6 حضرت قتادہ فرماتے ہیں جب سے آدم علیہ السلام کو زمین پر اتارا گیا ہے، ہمیشہ سے زمین میں اللہ کے اولیاء رہتے ہیں۔ زمین کبھی بھی شیطان کے لئے خالی نہیں ہوئی اور اللہ کے اولیاء ہمہ وقت اللہ کی اطاعت میں تھے[20]۔

علامہ رازی نے مذکورہ بالا آیات، احادیث اور آثار کو سامنے رکھ کر یہ ثابت کیا ہے کہ آپ ﷺ کے آباؤ اجداد میں سے کوئی بھی مشرک نہیں تھا بلکہ سب موحد تھے۔ اس کے لئے انہوں نے دو مقدمات کو ملا کر نتیجہ اخذ کیا ہے۔

پہلا مقدمہ: صحیح احادیث اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ آپ ﷺ کے آباؤ اجداد حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر عبد اللہ بن عبد المطلب تک اپنے زمانے کے سب سے بہتر اور افضل لوگ تھے۔

دوسرا مقدمہ: احادیث و آثار اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آپ ﷺ کی بعثت تک اور پھر قیامت تک یہ زمین کبھی بھی فطرت سلیمہ پر موجود افراد سے مکمل خالی نہیں ہوئی۔ ہر زمانے میں اللہ کے اطاعت گزار اور نیک بندے رہے ہیں جن کی وجہ سے یہ کائنات قائم ہے۔

نتیجہ: پس ثابت ہوا کہ آپ ﷺ کے والدین میں سے کوئی مشرک نہیں تھا کیونکہ ان میں سے ہر ایک اپنے زمانے کا بہترین انسان تھا۔ یہ نتیجہ لازماً ماننا پڑتا ہے کیونکہ ہر زمانے میں فطرت سلیمہ پر رہنے والے لوگوں کے حوالے سے وارد احادیث کا مصداق عقلاً تین طرح کے لوگ ہو سکتے ہیں۔

الف۔ آپ ﷺ کے آباؤاجداد۔

ب۔ آپ ﷺ کے والدین کے علاوہ ایسے لوگ جو مشرک ہوں۔

ج۔ آپ ﷺ کے والدین کے علاوہ ایسے لوگ جو مسلمان ہوں۔

اگر ہم احادیث کا مصداق نبی ﷺ کے آباؤاجداد کے علاوہ مشرک لوگوں کو قرار دیں تو مشرکوں کا مسلمانوں سے بہتر ہونا لازم آئے گا جو کہ بالاجماع باطل ہے۔ اس لئے ان احادیث کا مصداق مشرک نہیں ہو سکتے۔ اور اگر ان کا مصداق آپ ﷺ کے آباؤاجداد کے علاوہ مسلمان لوگ ہوں تو ان صحیح احادیث کی مخالفت لازم آئے گی جن میں آپ ﷺ کے آباؤ اجداد کو ہر زمانے کے بہترین لوگ قرار دیا ہے۔ لہذا لازماً یہ ماننا پڑے گا کہ آپ ﷺ کے آباؤ اجداد مسلمان اور اپنے زمانے کے سب سے افضل اور بہترین انسان تھے[21]۔

پس ثابت ہوا کہ آپ ﷺ کے والدین دین ابراہیمی پر کاربند ہونے کی وجہ سے اس وقت کے مسلمان اور سب سے افضل و بہتر انسان تھے اس لئے وہ ناجی ہیں اور جنت میں جائیں گے۔

تیسرا مسلک

ابوین کریمین کے ناجی ہونے کے حوالے سے تیسرا مسلک یہ ہے کہ اللہ نے موت کے بعد انہیں دوبارہ زندہ کیا اور پھر انہوں نے آپ ﷺ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ علامہ سہیلی نے اس حوالے سے روایت نقل کی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ نے اللہ تعالی سے اپنے والدین کو زندہ کرنے کی دعا کی تو اللہ نے انہیں زندہ کر دیا اور وہ دونوں آپ ﷺ پر ایمان لائے۔ پھر اللہ تعالی نے انہیں موت دے دی۔ علماء کی ایک بڑی جماعت اس قول کی قائل ہے۔ ان میں ابن شاہین، خطیب بغدادی، سہیلی، قرطبی، محب طبری اور ناصر الدین بن منیر وغیرہ شامل ہیں[22]۔

علامہ سیوطی فرماتے ہیں کہ اس حدیث کے ضعف پر محدثین کا اتفاق ہے بلکہ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ موضوع ہے لیکن صحیح بات یہ ہے کہ یہ ضعیف ہے موضوع نہیں[23]۔ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ یہ حدیث انتہائی منکر ہے اگرچہ اللہ کی قدرت کو دیکھتے ہوئے یہ (ابوین کریمین کا احیاء) ممکن ضرور ہے لیکن یہ حدیث صحیح احادیث کے خلاف ہے[24]۔ صحیح احادیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے اپنی ماں کے لئے استغفار کی اجازت طلب کی تو ایمان نہ ہونے کی وجہ سے اجازت نہیں دی گئی جبکہ یہ حدیث بتا رہی ہے کہ والدین مومن تھے۔ بعض علماء نے ان روایات میں تطبیق ذکر کی ہے۔ ابن سید الناس

فرماتے ہیں کہ یہ ممکن ہے کہ آپ ﷺ کے والدین کا زندہ ہونا اور ایمان لانا ان احادیث سے مؤخر ہو جن میں ان کے ایمان کی نفی وارد ہوئی ہے۔ لہذا کوئی تعارض نہیں[25]۔ ابن شاہین نے ابوین کریمن کے ایمان کی نفی پر دلالت کرنے والی احادیث کو پہلے ذکر کرنے کے بعد اس حدیث کو بطور ناسخ ذکر کیا ہے۔ یعنی یہ حدیث ناسخ ہے اور ایمان کی نفی پر دلالت کرنے والی احادیث منسوخ ہیں۔ ابن شاہین نے روایت نقل کی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا "میں نے اپنے رب سے دعا کی تو اس نے میری ماں کو زندہ کر دیا پھر وہ مجھ پر ایمان لائیں۔ پھر اللہ نے انہیں دوبارہ موت دے دی[26]۔

علامہ سہیلی یہ روایت نقل کرنے کے بعد اس پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اللہ تعالی ہر چیز پر قادر ہے۔ اس کی رحمت اور قدرت کسی چیز سے عاجز نہیں اور اس کے نبی محمد ﷺ اس بات کے اہل ہیں کہ اللہ اپنے فضل میں سے جو چاہے ان کے ساتھ خاص کر دے اور اپنے اعزازات میں سے جو چاہے انہیں دے دے۔

خلاصہ یہ ہے کہ یہ بات ممکن اور آپ ﷺ کے اعزاز واکرام کے عین مطابق ہے کہ آپ ﷺ کے والدین کو زندہ کیا گیا اور وہ آپ ﷺ پر ایمان لائے اور مسلمان ہو کر دوبارہ فوت ہوئے۔

دوسرا قول: ابوین کریمین ناجی نہیں ہیں

بعض علماء نصوص ظاہر یہ کو دیکھتے ہوئے اس بات کے قائل ہیں کہ آپ ﷺ کے والدین ناجی نہیں۔ زمانہ فترت میں ہونے کے باوجود چونکہ ان کی نجات کی نفی کے حوالے سے صریح نصوص موجود ہیں اس لئے ابوین کریمین ان لوگوں سے مستثنیٰ ہیں جنہیں زمانہ فترت میں ہونے کی وجہ سے معاف کیا جائے گا۔ اس حوالے سے مندرجہ ذیل روایات مروی ہیں۔

1 امام مسلم سے روایت ہے کہ حضرت انس فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! میرا والد کہاں ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "دوزخ میں" جب وہ آدمی واپس جانے لگا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو بلایا اور پھر فرمایا کہ إِنَّ أَبِي وَأَبَاكَ فِي النَّارِ (میرا اور تیرا والد دونوں دوزخ میں ہیں)[27]۔

علامہ سیوطی کی تحقیق کے مطابق اس روایت میں إِنَّ أَبِي وَأَبَاكَ فِي النَّارِ والے جملے کے حوالے سے راوی متفق نہیں ہیں یعنی ہر کسی نے یہ جملہ نقل نہیں کیا۔ اسے صرف حماد بن سلمہ نے ثابت سے اور انہوں نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ یہی روایت معمر نے ثابت سے نقل کی ہے لیکن اس میں «إِنَّ أَبِي وَأَبَاكَ فِي النَّارِ» والا جملہ نہیں بلکہ اس میں یہ جملہ ہے ((إذا مررت بقبر كافر فبشره بالنار)) (آپ ﷺ نے اس سائل سے کہا جب بھی آپ کا گزر کسی کافر کی قبر سے ہو تو اسے آگ کی خوشخبری سنادو)۔ اس جملے کے مضمون سے آپ ﷺ کے والد کے غیر ناجی ہونے پر

کوئی دلیل نہیں۔ مزید برآں معمر اثبت اور ثقہ ہونے میں حماد سے بڑھ کر ہیں کیونکہ حماد کے حفظ کے بارے میں علماء نے کلام کیا ہے اور ان کی احادیث میں بہت سی منکر باتیں ہیں جنہیں ان کے سوتیلے لڑکے نے ان کی کتب میں ڈالا ہے۔ اسی وجہ سے امام بخاری نے ان سے کوئی روایت نہیں لی اور نہ ہی امام مسلم نے اصول میں ان کی کوئی روایت نقل کی ہے سوائے ایک روایت کے جو انہوں نے ثابت سے نقل کی ہے۔ جہاں تک معمر کی بات ہے تو ان کے حفظ کے بارے کسی کا کلام نہیں اور نہ ہی ان کی احادیث میں کوئی منکر ہے۔ امام بخاری اور مسلم دونوں نے ان سے روایات لی ہیں۔ بیہقی، طبرانی اور بزار انے روایت نقل کی ہے کہ ایک دیہاتی آپ ﷺ کے پاس آیا اور کہا "میرا والد صلہ رحمی کرتا تھا اور یوں اور یوں تھا، وہ اب کہاں ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا" آگ میں ہے"۔ یہ بات اس دیہاتی کو ناگوار گزری تو اس نے پوچھا" یارسول اللہ آپ کے والد کہاں ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا" جس جگہ بھی آپ کافر کی قبر سے گزریں اسے آگ کی خوشخبری سنادیں۔ بعد میں یہ دیہاتی مسلمان ہو گیا اور کہا کرتا تھا" مجھے رسول اللہ ﷺ نے اس کا بات کا مکلف بنا کر تھکا دیا۔ میں جب بھی کسی کافر کی قبر سے گزرتا ہوں تو اسے آگ کی خوشخبری سناتا ہوں[28]۔ یہ سند شیخین کی شرائط کے مطابق ہے لہذا اس میں جو جملہ ہے اس پر اعتماد کیا جائے گا اور اس کو امام مسلم والی حدیث سے مقدم رکھا جائے گا[29]۔

2 حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نے اپنے رب سے اپنی والدہ کے لئے استغفار کی اجازت طلب کی تو مجھے اجازت نہ دی گئی۔ میں نے ان کی قبر (پر جانے) کی اجازت مانگی تو مجھے اجازت دے دی گئی[30]۔

اس حدیث سے صرف اتنا پتہ چلتا ہے کہ آپ ﷺ کو اپنی والدہ کے لئے استغفار کرنے کی اجازت نہیں دی گئی۔ استغفار کی اجازت نہ ہونے سے والدہ کا کفر لازم نہیں آتا کیونکہ آپ ﷺ کو اسلام کے ابتدائی زمانے میں ایسے مقروض کا جنازہ پڑھانے سے منع کیا گیا تھا جس نے اپنے قرض کی ادائیگی کے لئے مال نہ چھوڑا ہو[31] حالانکہ یہ مقروض مسلمان ہوتے تھے۔ لہذا اس حدیث سے نبی علیہ السلام کی والدہ کا کفر لازم نہیں آتا۔

3 ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ملیکہ کے دو بیٹے، جو انصاری تھے، آئے اور کہا" یارسول اللہ! ہماری والدہ شوہر کی امانت کو سنبھال کر رکھتی تھی اور مہمان کا اکرام کرتی تھی لیکن انہوں نے زمانہ جاہلیت میں بیٹی کو زندہ درگور کیا تھا، ہماری ماں کہاں ہے"؟ آپ ﷺ نے فرمایا" آپ کی ماں آگ میں ہے" وہ دونوں اٹھے اور جانے لگے دراں حال کہ انہیں یہ بات بہت ناگوار لگی تھی۔ آپ ﷺ نے ان کو بلایا، وہ واپس آئے تو آپ ﷺ نے فرمایا" بلاشبہ میری ماں تمہاری ماں کے ساتھ ہے" منافقین میں سے ایک آدمی نے کہا جس طرح ملیکہ کے بیٹے اپنی ماں کے لئے کچھ نہیں کرسکتے اس طرح یہ (آپ ﷺ) بھی اپنی

ماں کے لئے کچھ نہیں کر سکتے اور ہم ان کی اتباع کر رہے ہیں۔ انصار میں سے ایک جوان، جو آپ ﷺ سے سب سے زیادہ سوالات کیا کرتا تھا، نے کہا یارسول اللہ! میرے خیال میں آپ کے والدین آگ میں ہیں ؟ آپ ﷺ نے فرمایا" میں نے اپنے رب سے ان کے لئے ابھی تک کچھ مانگا نہیں کہ وہ مجھے دیتا۔ بلاشبہ میں قیامت والے دن مقام محمود پہ کھڑا ہوں گا"[32]۔

بظاہر اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ان دو انصاری لڑکوں کی ماں جہنم میں ہے اور آپ ﷺ کی والدہ ان کے ساتھ ہیں۔ لیکن یہ حدیث مؤول ہے۔ بقول علامہ سبکی (خطاب) حدیث میں معیت (مع امکما) سے مراد برزخ کی معیت ہے۔ یعنی آپ ﷺ کی والدہ ان لڑکوں کی والدہ کے ساتھ برزخ میں ہے نا کہ آگ میں۔ آپ ﷺ نے اس جملے میں توریہ ارشاد فرمایا ہے تا کہ ان لڑکوں کے دلوں کو تسلی ہو جائے جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا تھا" إن أبي وأباك في النار" آپ ﷺ کی عادت مبارکہ تھی کہ جب کوئی سخت قسم کا دیہاتی، جس کے بارے میں فتنے میں مبتلا ہونے یا دین سے مرتد ہونے یا اس کے دل کے بے قرار ہونے کا خطرہ ہوتا اور وہ کوئی سوال پوچھتا تو آپ ﷺ اس کو توریہ کے ساتھ جواب دیتے تھے[33]۔

یہی وجہ ہے کہ جب والد کی بابت توریہ کیا تو إن أبي وأباك في النار فرمایا کیونکہ ابی سے مراد چچا ہوں تو یقیناوہ آگ میں ہیں لیکن جب والدہ کی نسبت توریہ فرمایا تو إِنَّ أُمِّي مَعَ أُمِّكُمَا فرمایا، آگ کا ذکر نہیں فرمایا کیونکہ ماں آگ میں نہیں ہیں جبکہ والد (یعنی چچا) آگ میں ہیں اس لئے وہاں صراحت کے ساتھ آگ کا ذکر کیا۔ واللہ اعلم

علامہ سیوطی فرماتے ہیں حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ آپ ﷺ کے مقام محمود پر کھڑے ہونے کے وقت آپ ﷺ کے والدین کے لئے خیر کی امید رکھی جائے۔ وہ اس طرح کہ آپ ﷺ اپنے والدین کی شفاعت کریں گے تو اہل فترت کے امتحان کی طرح والدین کا بھی امتحان ہو گا اور انہیں اللہ کی اطاعت کی توفیق دی جائے گی[34]۔

اسی طرح حدیث کے آخری جملے ((مَا سَأَلْتُهُمَا رَبِّي فَيُعْطِيَنِي فِيهِمَا وَإِنِّي لَقَائِمٌ يَوْمَئِذٍ الْمَقَامَ الْمَحْمُودَ)) سے اس بات پر دلالت ہو رہی ہے کہ ابھی تک آپ ﷺ اور اللہ تعالی کے درمیان والدہ کے حوالے سے کوئی بات چیت نہیں ہوئی، ہاں بعد میں ہو گی اور بروز قیامت سفارش فرمائیں گے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے جس وقت آپ ﷺ نے پہلا جملہ «إِنَّ أُمِّي مَعَ أُمِّكُمَا» ارشاد فرمایا تھا اس وقت اللہ کی طرف سے والدہ کے بارے میں کوئی حکم نہیں آیا تھا۔ بعد میں جب اس بابت حکم آگیا تو آپ ﷺ نے آخری جملے میں اپنی والدہ کے آگ میں ہونے کے حوالے سے سوال کے جواب میں اپنی والدہ کے لئے خیر کی امید والا جملہ ارشاد فرمایا۔

خلاصہ یہ ہے کہ آپ ﷺ کے والدین ناجی ہیں اور جنت میں جائیں گے۔ اس نجات کی وجہ تین چیزیں ہو سکتی ہیں۔ زمانہ فترت میں انتقال ہو جانا یا دین ابراہیمی پر فوت ہونا یا دوبارہ زندہ ہو کر آپ ﷺ کے ہاتھ پر اسلام قبول کرنا۔ بقول ابوزہرہ اس بات میں کوئی شک نہیں جس حدیث میں یہ ہے کہ آپ ﷺ کے والدین آگ میں ہیں، وہ حدیث معنیً غریب ہے جس طرح کہ سند کے اعتبار سے غریب ہے۔ کیونکہ اللہ تعالی فرماتے ہیں﴿مَنِ اهْتَدَى فَإِنَّمَا يَهْتَدِي لِنَفْسِهِ وَمَنْ ضَلَّ فَإِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَى وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتَّى نَبْعَثَ رَسُولًا﴾[35](جو راہ پر آیا وہ اپنے ہی بھلے کو راہ پر آیا اور جو بہکا تو اپنے ہی برے کو بہکا اور کوئی بوجھ اٹھانے والی جان دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گی اور ہم عذاب دینے والے نہیں جب تک کہ رسول نہ بھیج لیں)۔ تو آپ ﷺ کے والدین کو کیسے عذاب ہو گا؟ وہ تو آپ کے مبعوث ہونے سے پہلے ہی فوت ہو گئے تھے۔ اس لئے ہر وہ خبر اور حدیث جو یہ بتائے کہ آپ ﷺ کے والدین آگ میں ہیں، وہ اولاً غرابت سند اور ثانیاً معنی کے حقیقت سے دور ہونے کی وجہ سے مردود ہے[36]۔ اسی طرح علامہ سہیلی فرماتے ہیں ہمارے لئے روا نہیں کہ ہم آپ ﷺ کے والدین کے بارے میں یہ بات کہیں کہ وہ آگ میں ہیں[37]۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ((لَا تُؤْذُوا الْأَحْيَاءَ بِسَبِّ الْأَمْوَاتِ))[38](مردوں کو برا بھلا کہہ کر زندوں کو تکلیف نہ دو)۔ کسی کو بھی کہا جائے کہ تیرے والدین جہنمی ہیں تو تکلیف ہونا فطری بات ہے۔ اس لیے ابوین کریمین کے بارے میں اس طرح کے تبصرے سے بچنا چاہیے۔ واللہ اعلم

حوالہ جات

[1] زمانہ فترت کی تعریف کرتے ہوئے ابن جوزی فرماتے ہیں "الفترة بين الرُّسل: الْمدَّة الَّتِي لَا رَسُول فِيهَا- ابن الجوزی، عبد الرحمن بن علی بن محمد، جمال الدین، ابو الفرج (المتوفی: 597ھ)، کشف المشکل من حدیث الصحیحین (الریاض: دار الوطن)، ج4 ص35۔

[2] عبد الوهاب بن تقي الدين سبکی، تاج الدین (المتوفی: 771ھ)، رفع الحاجب عن مختصر ابن الحاجب (بیروت: عالم الکتب، الاولی، 1999)، ص474۔

[3] عبد الرحمن بن ابی بکر، جلال الدین سیوطی (911ھ)، الحاوی للفتاوی (بیروت: دار الفکر للطباعۃ والنشر، 2004ء)، ج2 ص250۔

[4] احمد بن حسین بن علي بن موسی بیہقی، ابو بکر (458ھ)، الاعتقاد والهدایۃ الی سبیل الرشاد علی مذهب السلف واصحاب الحدیث (بیروت: دار الافاق الجدیدۃ، الاولی، 1401ھ)، ص169۔

(5) ہبۃ اللہ بن حسن بن منصور طبری لاکائی، اَبو القاسم (418ھ)، شرح اصول اعتقاد اہل السنۃ والجماعۃ (سعودی عرب: دار طیبہ، 1423ھ)، رقم الحدیث: 1076، ج4 ص666۔

(6) محمد بن عبد اللہ بن محمد، حاکم، اَبو عبد اللہ (405ھ)، المستدرک علی الصحیحین (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، 1411ھ)، رقم الحدیث: 8390، ج4 ص496۔

(7) سیوطی، الحاوي للفتاوي، ج2 ص245۔

(8) حاکم، المستدرک علی الصحیحین، رقم الحدیث: 3385، ج2 ص396۔

(9) سیوطی، الحاوی للفتاوی، ج2 ص251۔

(10) الضحیٰ: 5

(11) محمد بن جریر بن یزید طبری، ابو جعفر (310ھ)، جامع البیان في تاویل القران (بیروت: موسسۃ الرسالۃ، الاولی، 1420ھ)، ج24 ص487۔

(12) البقرۃ: 133

(13) الشعراء: 219

(14) محمد بن عمر بن حسن بن حسین، فخر الدین رازی (606ھ)، مفاتیح الغیب = التفسیر الکبیر (بیروت: دار احیاء التراث العربي، 1420ھ)، ج13 ص32۔

(15) التوبۃ: 28

(16) رازی، التفسیر الکبیر، ج13 ص33۔

(17) بیہقی، دلائل النبوۃ، ج1 ص175۔

(18) احمد بن حنبل، ابو عبد اللہ (241ھ)، مسند الامام احمد (بیروت: مؤسسۃ الرسالۃ، 1421ھ)، حَدِيثُ الْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، رقم الحدیث: 1788، ج3 ص307۔

(19) عبد الرزاق بن ہمام صنعانی، ابو بکر (211ھ)، المصنف (بیروت: المکتب الاسلامی)، کِتَابُ الْمَنَاسِكِ، بَابُ بُنْيَانِ الْكَعْبَةِ، رقم الحدیث: 9099، ج5 ص95۔

(20) عبد الرحمن بن ابی بکر، جلال الدین سیوطی (911ھ)، الدر المنثور (بیروت: دار الفکر)، ج1 ص152۔

(21) سیوطی، الحاوی للفتاوی، ج2 ص254-255۔

[22] عبد الرحمن بن عبد اللہ بن احمد، سہیلی، ابو القاسم (581ھ)، الروض الانف (بیروت دار احیاء التراث العربی، 1412ھ)، ج 2ص187۔

[23] سیوطی، الحاوی للفتاوی، ج2ص278۔

[24] ابو الفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر، دمشقی (774ھ)، البدایۃ والنہایۃ (دار ہجر للطباعۃ والنشر والتوزیع والاعلان، 1424ھ)، ج3ص429۔

(25) محمد بن محمد بن محمد الیعمری، ابن سید الناس (734ھ)، عیون الاثر (بیروت، دمشق: دار ابن کثیر)، ج1ص154۔

[26] ابن شاھین، ابو حفص بن عمر بن احمد بن عثمان (385ھ)، الناسخ والمنسوخ من الحدیث (بیروت: دار الکتب العلمیہ، 1412ھ)، ص85-284۔

[27] مسلم بن حجاج نیشاپوری قشیری، ابو الحسن (261ھ)، صحیح مسلم (بیروت: دار احیاء التراث العربی)، كِتَابُ الْاِيمَانَ ، بَابُ بَيَانِ انَّ مِنْ مَاتَ عَلَى الْكُفْرِ فَهُوَ فِي النَّارِ، وَلَا تَنَالُهُ شَفَاعَةٌ، وَلَا تَنْفَعُهُ قَرَابَةُ الْمُقَرَّبِينَ، رقم الحدیث:203، ج1ص191۔

[28] بیہقی، دلائل النبوۃ، ج1ص92-191 / سلیمان بن أحمد بن أیوب بن مطیر طبرانی، أبو القاسم (360ھ)، المعجم الکبیر (قاہرہ: مکتبہ ابن تیمیہ)، رقم الحدیث:326، ج1ص145۔

(29) سیوطی، الحاوی للفتاوی، ج2ص273۔

[30] مسلم، صحیح مسلم، كِتَابُ الْجَنَائِزِ، بَابُ اسْتِئْذَانِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَبَّهُ عَزَّ وَجَلَّ فِي زِيَارَةِ قَبْرِ امِّهِ، رقم الحدیث: 976، ج2ص671۔

[31] ابن حجر فرماتے ہیں: "وَهَلْ كَانَتْ صَلَاتُهُ عَلَى مَنْ عَلَيْهِ دَيْنٌ مُحَرَّمَةً عَلَيْهِ اوْ جَائِزَةً وَجْهَانِ"(آپ ﷺ کے لئے مقروض کا جنازہ پڑھانا حرام اور ممنوع تھا یا جائز تھا، اس حوالے سے دو اقوال ہیں یعنی ایک کے مطابق ممنوع تھا اور دوسرے کے مطابق جائز تھا)۔ أحمد بن علي بن حجر أبو الفضل العسقلاني الشافعي (852ھ، فتح الباري شرح صحيح البخاري (بيروت دار المعرفة، 1379ھ)، ج4ص478۔

[32] حاکم، المستدرک علی الصحیحین۔(ح:3385) ج2ص396۔ حاکم نے اس کو صحیح الاسناد کہا ہے لیکن علامہ ذہبی فرماتے ہیں کہ اس روایت کی سند میں عثمان بن عمیر کو دار قطنی نے ضعیف کہا ہے، اس لئے یہ حدیث ضعیف ہے۔

[33] سبکی خطاب، محمود محمد، المنہل العذب المورود شرح سنن الامام ابی داود (القاہرۃ: مطبعۃ الاستقامۃ، الاولی، 1353ھ)، ج9ص97۔

[34] سیوطی، الحاوی للفتاوی، ج2ص251۔

(35) الإسراء:15

(36) محمد بن احمد بن مصطفی بن أحمد، ابوزهرة، (1394ھ)، خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (قاہرہ: دار الفکر العربي، 1425ھ)، ج1 ص118۔

(37) سہیلی، الروض الانف، ج2 ص185۔

(38) ابوعبداللہ محمد بن اسحاق بن العباس المكي الفاكهي (272ھ)، اخبار مکۃ في قديم الدهر وحديثه (بیروت: دار خضر، الثانية، 1414)، ج3 ص123۔

مصادر ومراجع

1 القرآن الکریم

2 احمد بن حنبل، ابوعبداللہ (241ھ)۔ مسند الامام احمد۔ بیروت: مؤسسة الرسالة، 1421ھ۔

3 بیہقی، احمد بن حسین بن علي بن موسی، ابو بکر (458ھ)۔ الاعتقاد والهداية الى سبيل الرشاد على مذهب السلف واصحاب الحديث ۔ بیروت: دار الافاق الجديدة، الاولی، 1401ھ

4 ابن الجوزی، عبد الرحمن بن علی بن محمد، جمال الدین، ابو الفرج (المتوفی:597ھ)۔ کشف المشکل من حديث الصحيحين۔ الریاض: دار الوطن۔

5 حاکم، محمد بن عبداللہ بن محمد، أبو عبداللہ (405ھ)۔ المستدرک على الصحيحين۔ بیروت: دار الکتب العلمية، 1411ھ

6 ابن حجر، أحمد بن علي، ابوالفضل العسقلاني الشافعي (852ھ۔ فتح الباري شرح صحيح البخاري۔ بیروت دار المعرفة، 1379ھ۔

7 رازی، محمد بن عمر بن حسن بن حسین، فخر الدین (606ھ)۔ مفاتیح الغیب = التفسیر الکبیر (بیروت: دار احیاء التراث العربي، 1420ھ۔

8 ابوزهرة، محمد بن احمد بن مصطفی بن احمد (1394ھ)۔ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ قاہرہ: دار الفکر العربي، 1425ھ۔

9 سبکی خطاب، محمود محمد۔ المنهل العذب المورود شرح سنن الامام ابي داود۔ القاهرة: مطبعة الاستقامة، الاولی، 1353ھ۔

10 سبکی، عبد الوهاب بن تقي الدین، تاج الدین (المتوفی: 771ھ)۔ رفع الحاجب عن مختصر ابن الحاجب۔ بیروت: عالم الکتب، الاولی، 1999۔

11 سہیلی، عبد الرحمن بن عبداللہ بن احمد، ابوالقاسم (581ھ)۔ الروض الانف۔ بیروت دار احیاء التراث العربی، 1412ھ۔

12 ابن سید الناس، محمد بن محمد بن محمد الیعمری (734ھ)۔ عیون الاثر۔ بیروت، دمشق: دار ابن کثیر۔

13 سیوطی، عبد الرحمن بن ابي بکر، جلال الدین (911ھ)۔ الدر المنثور۔ بیروت: دار الفکر۔

14 سیوطی، عبد الرحمن بن ابی بکر، جلال الدین (911ھ)۔ الحاوی للفتاوی۔ بیروت: دار الفکر للطباعۃ والنشر، 2004ء۔

15 ابن شاھین، ابو حفص بن عمر بن احمد بن عثمان (385ھ)۔ الناسخ والمنسوخ من الحدیث۔ بیروت: دار الکتب العلمیہ، 1412ھ۔

16 صنعانی، عبد الرزاق بن ھمام، ابو بکر (211ھ)۔ المصنف۔ بیروت: المکتب الاسلامی۔

17 طبرانی، سلیمان بن أحمد بن أیوب بن مطیر، أبو القاسم (360ھ)۔ المعجم الکبیر۔ قاہرہ: مکتبہ ابن تیمیہ۔

18 طبری، محمد بن جریر بن یزید، ابو جعفر (310ھ)، جامع البیان في تاویل القران۔ بیروت: مؤسسۃ الرسالۃ، الاولی، 1420ھ۔

19 فاکہی، ابو عبد اللہ محمد بن اسحاق بن العباس المکي (272ھ)۔ اخبار مکۃ في قدیم الدھر وحدیثہ۔ بیروت: دار خضر، الثانیۃ، 1414۔

20 قشیری، مسلم بن حجاج نیشاپوری، ابو الحسن (261ھ)۔ صحیح مسلم۔ بیروت: دار احیاء التراث العربی۔

21 ابن کثیر، ابو الفداء اسماعیل بن عمر، دمشقی (774ھ)۔ البدایۃ والنہایۃ۔ دار ہجر للطباعۃ والنشر والتوزیع والاعلان، 1424ھ۔

22 لالکائی، ہبۃ اللہ بن حسن بن منصور طبری، أبو القاسم (418ھ)۔ شرح اصول اعتقاد اہل السنۃ والجماعۃ۔ سعودی عرب: دار طیبہ، 1423ھ۔